فکر و نظر--- اسلام آباد　　جلد: ۴۰-۴۱　　شمارہ: ۴، ۱

ڈاکٹر محمد حمیداللہؒ اور قانون بین الممالک

ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی ☆

ڈاکٹر محمد حمیداللہ مرحوم (۱۹۰۸-۲۰۰۲ء) کی شہرہ آفاق شخصیت مختلف النوع اوصاف و کمالات سے عبارت تھی، عالم و محقق، مورخ اور سیرت نگار کی حیثیت سے ان کا شمار اب امت کے بلند پایہ اسلاف میں ہوتا ہے، انھوں نے ان موضوعات کے علاوہ بعض اور علوم و فنون پر بھی دادِ تحقیق دی اور اس میں تابندہ تر نقوش چھوڑے، ان میں ایک اہم موضوع قانون بین الممالک بھی ہے، اس موضوع پر ان کی نظر اس قدر وسیع و عمیق تھی کہ راقم کی نظر میں یہی موضوع ان کی علمی زندگی میں سب سے نمایاں نظر آتا ہے اور اسی لئے یہ دعویٰ کرنا شاید بے محل نہ ہو کہ ماضی قریب میں مسلمانوں میں شاید ہی قانون بین الممالک کا اس درجہ جید عالم و ماہر پیدا ہوا ہو، ذیل میں قانون بین الممالک سے ان کی دلچسپی اور گراں قدر خدمات کا ایک اجمالی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر حمیداللہ صاحب بنیادی طور پر قانون داں تھے وہ روایتی تعلیم کے بعد جب جدید تعلیم کی تحصیل میں منہمک ہوئے تو اوّلاً جامعہ عثمانیہ سے قانون (ایل، ایل، بی) ہی کی تعلیم حاصل کی، اعلیٰ تعلیم کے لئے جرمنی گئے تو وہاں بھی ان کی فکر و تحقیق میں یہی موضوع غالب رہا، چنانچہ ۱۹۳۵ء میں بون یونیورسٹی سے ''اسلام کے بین الاقوامی تعلقات'' کے موضوع پر نہایت محققانہ مقالہ لکھ کر ڈی-فل کی سند حاصل کی۔ ۱۹۳۶ء میں فرانس آگئے اور سوربون یونیورسٹی سے ''عہد نبوی اور خلافت راشدہ میں اسلامی سفارت کاری'' کے موضوع پر معرکہ آراء مقالہ لکھا جس پر ڈی-لٹ کی ڈگری تفویض ہوئی، گویا آخر تک ان کی تعلیمی زندگی کا اصل موضوع قانون بین الممالک ہی رہا۔

یورپ سے وہ حیدر آباد واپس آئے تو جامعہ عثمانیہ میں قانون بین الممالک ہی کے استاذ مقرر ہوئے، جامعہ عثمانیہ میں ان کے استاذ پروفیسر حسین علی مرزا کی کوششوں سے اس شعبے کا قیام عمل میں آیا تھا، اس کے بعد الہ آباد یونیورسٹی میں یہ شعبہ قائم ہوا، اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر حمیداللہ مرحوم کو ہندوستان میں قانون بین الممالک کے تلامذہ و اساتذہ کے سابقین الاولین میں ہونے کا شرف

☆ ادب کدہ، مہراج پور، انوار گنج، اعظم گڑھ، بھارت۔

بھی حاصل تھا، ان میں اس موضوع سے دلچسپی پیدا کرنے میں ان کے استاذ پروفیسر حسین علی مرزا کی کوششوں کا بڑا دخل تھا[۱]۔ اس وقت قانون بین الممالک کے موضوع پر اُردو میں کوئی کتاب نہ تھی، جامعہ عثمانیہ کے نصاب میں جس انگریزی کتاب کی طرف طلبہ کو رجوع کرنے کی ہدایت کی گئی تھی وہ عصری ضرورتوں کو پورا کرنے سے قاصر تھی، چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے طلبہ کی ضرورت کے پیش نظر محض پچیس دن میں اس موضوع کی پہلی کتاب ''قانون بین الممالک کے اصول اور نظیریں'' کے نام سے لکھی[۲] جو مکتبہ ابراہیمیہ حیدر آباد سے ۱۳۵۵ھ میں شائع ہوئی، اس کا سبب تالیف خود ڈاکٹر حمیداللہ صاحب کے قلم سے ملاحظہ ہو، وہ لکھتے ہیں:-

''اس کتاب کا موضوع ہمارے ملک کے لئے تو نہیں البتہ ہماری زبان کے لئے بالکل نیا ہے، اس پر کوئی کتاب ہی نہیں کوئی مضمون تک ہندوستانی زبان میں میرے دیکھنے میں نہیں آیا۔ اس سال جامعہ عثمانیہ میں اس کا پڑھانا بالکلیہ میرے سپرد کیا گیا تو وقت کم تھا اور چیزیں بہت، میں نے طلبہ کے سامنے جو زبانی لیکچر دیئے یا جو ابھی دینے باقی ہیں ان کو سردیوں کی تعطیلوں سے فائدہ اٹھا کر قلم بند کرتا ہوں۔ یہ چھوٹا سا رسالہ طلبہ کی امتحانی ضرورتوں کو مدنظر رکھ کر مرتب کیا گیا ہے۔ اگر ضرورت سمجھی گئی تو آئندہ زیادہ ٹھوس اور زیادہ پھیلا ہوا مواد پیش کیا جائے گا اور علوم و فنون کے برخلاف قانون بین الممالک کا تعلق زیادہ تر مملکتوں کے باہمی برتاؤ سے ہے اور اسی لئے روز ہی اس میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں، نصاب میں جس انگریزی کتاب کے دیکھنے کی سفارش کی گئی ہے وہ گیارہ سال پرانی ہے اس کے مواد کو عصری بنانا پہلا مقصد ہے''[۳]۔

دو ملکوں کے درمیان تعلقات کی عام طور سے تین نوعیتیں ہوتی ہیں، یعنی مسالمانہ، مخاصمانہ اور غیر جانبدارانہ۔ یہ کتاب ان تینوں نوعیتوں کے مباحث پر حاوی ہے۔ کتاب مقدمہ اور تین ابواب پر مشتمل ہے، جنہیں مقاصد کا عنوان دیا گیا ہے۔ مقدمہ میں حکومت و سلطنت کی نشوونما اور ایک دوسرے سے باہمی ربط و ضبط کے ابتدائی قوانین وغیرہ کی اجمالی تاریخ قلم بند کی گئی ہے۔ مصر، فلسطین، ہندوستان، یونان اور روم کے ساتھ مسیحیت اور اسلام کے اثرات دکھائے گئے ہیں۔ جدید یورپ کا بھی ذکر ہے۔ اس کے بعد قانون اور مملکت کی تعریف، خود مختاری، اور اس کے اقسام نیابت، بغاوت وغیرہ کا ذکر ہے۔ پھر مسالمانہ اور غیرجانبدارانہ اصول و قوانین مثلاً آزاد حکومتوں کے اپنے حقوق اور حالت جنگ و امن میں مختلف حکومتوں کے باہمی حقوق و فرائض وغیرہ کی تفصیل ہے۔

قانون بین الممالک کے سلسلے کی یونانی، رومی قرون وسطی، تاریخ اسلام اور جدید مغرب کی

خصوصیتیں بھی بیان کی گئی ہیں جس سے یہ تاثر پختہ ہوتا ہے کہ تہذیب و تمدن جدید اسلامی قوانین کے ہم پلہ نہیں۔

اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے یورپ کے اہل قلم کے برعکس قانون بین الممالک کے سلسلے میں یورپ و امریکہ کے بالمقابل تاریخ اسلام اور تاریخ ہند سے بھی واقعات کی نظیریں پیش کی ہیں اور ان سے استناد بھی کیا ہے۔ کتاب کی اس اہم خوبی پر مولانا سیّد سلیمان ندوی کی نظر گئی اور انہوں نے خاص طور پر اس کی داد دی(۴)۔

یورپ کے اہل قلم بالخصوص مستشرقین جب کسی موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں تو روم و یونان کے ذکر کے بعد جدید یورپ کی مدح سرائی پر آ جاتے ہیں اور درمیان کی ایک ہزار سالہ تاریخ اسلام کو سرے سے نظرانداز کر دیتے ہیں۔ قانون بین الممالک کے سلسلے میں بھی ان کا یہی متعصّبانہ رویہ رہا۔ ڈاکٹر محمد حمیداللہ صاحب نے ان کی اس کمی کو محسوس کیا، چنانچہ اپنی اس کتاب میں پہلی مرتبہ اسلام کے بین الممالک اصول و قوانین کا ذکر و اعتراف کیا، مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی کتاب کی اس خصوصیت کا ذکر کیا ہے(۵)۔

قانون بین الممالک کے سلسلے کی ڈاکٹر صاحب کی ایک اور کاوش مستشرق ارنسٹ نیس کی فرانسیسی کتاب ''جدید قانون بین الممالک کا آغاز'' کا اُردو ترجمہ ہے۔ اسے جامعہ عثمانیہ نے ۱۹۴۵ء میں شائع کیا۔ کتاب کی اہمیت اور ترجمہ کی ضرورت واضح کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:-

> ''ایک تو اپنے موضوع کی مستند اور متداول کتاب ہے جس کا ہر کوئی حوالہ دیتا ہے۔ مگر اس سے بڑھ کر مولف کی وسعت قلبی ہے کہ اپنوں کی کوتاہیوں اور غیروں کی خوبیاں اور احسان ماننے میں اسے ذرا بھی تامل نہیں معلوم ہوتا۔ کم مغربی مولف ہیں جنہوں نے جدید قانون بین الممالک پر کثیر مشرقی اثرات کو اس صراحت سے تسلیم کیا، سراہا اور ثابت کیا ہے''(۶)۔

اس ضخیم اور مبسوط کتاب میں ڈاکٹر حمیداللہ صاحب نے جابجا حواشی اور نوٹ لکھے ہیں اور وضاحت کی ہے کہ مصنف چونکہ مشرقی علوم سے براہِ راست استفادہ نہیں کر سکا اور محض چند مشہور کتابیں ہی اس کے پیش نظر رہیں۔ اس لئے بعض واقعاتی غلطیاں راہ پا گئی ہیں اور کچھ سنی سنائی باتوں کو حقائق سمجھ کر قلم بند کر دیا ہے، ڈاکٹر حمیداللہ صاحب نے حاشیہ میں ان کی تصحیح و تردید کے ساتھ بعض مقام پر نظریۂ اسلام کی بھی وضاحت کر دی ہے لیکن یہ بھی واضح کیا ہے کہ مصنف ارنسٹ

نیس نے تعصب و عناد میں ایسا نہیں کیا ہے بلکہ یہ اس کے عدم معلومات کا نتیجہ ہے[۷]۔

اس موضوع پر قدماء میں امام سرخسیؒ کی شرح السیر الکبیر معرکہ آراء کتاب ہے اور ڈاکٹر حمیداللہ کے بقول اس موضوع کی قدیم ترین کتاب ہے، اس کی اہمیت کے پیش نظر یونیسکو (UNESCO) نے اسے فرانسیسی میں منتقل کرنے کا منصوبہ بنایا، چنانچہ یہ کام بھی ڈاکٹر صاحب کے قلم سے پایۂ تکمیل کو پہنچا[۸] لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یونیسکو نے اسے شائع کیا یا نہیں۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد اقوامِ عالم میں قانون بین المما لک اور اس کی اہمیت کا شدت سے احساس پیدا ہوا، چنانچہ اقوام متحدہ کا قیام عمل میں آیا اور اس کے لئے ایک منشور ترتیب دیا گیا جس میں باہمی تعلقات کی استواری اور دوسرے مسائل اور نزاعات کے حل کے لئے قوانین وضع کئے گئے، ڈاکٹر صاحب نے اقوامِ متحدہ کے اس منشور کو بھی اردو میں منتقل کیا[۹]۔ اس سے ڈاکٹر صاحب کی قانون بین المما لک سے حد درجہ دلچسپی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی مشہور تصنیف ''**الوثائق السیاسیه للعهد النبوی والخلافة الراشدة**'' بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، اس کتاب کی حیثیت حوالے اور ماخذ کی ہے۔ دو حصوں پر مشتمل اس کتاب میں رسول اکرم ﷺ کے مکتوبات اور ان کے دریافت جوابات، فرامین، معاہدے، دعوتِ اسلامی، عمال کی تقرری، اراضی کے عطیات، امان نامے، وصیت نامے پھر دوسرے حصہ میں عہدِ خلافت راشدہ کی دستاویزوں کو یکجا کیا گیا ہے[۱۰]۔ یہ ڈاکٹر صاحب کا بڑا علمی کارنامہ ہے، اسے مولانا ابو یحییٰ نوشہری نے اُردو میں منتقل کیا جو لاہور سے شائع ہوا۔

علامہ ابن القیم الجوزیہ کی ''کتاب احکام اہل الذمہ'' ڈاکٹر صبحی الصالح کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی، ڈاکٹر حمیداللہ صاحب نے اس پر جو معرکہ آراء مقدمہ لکھا ہے وہ بھی ان کے بین الاقوامی شعور کا غماز ہے، اس میں انھوں نے اسلام کے ملکی اور بین الاقوامی قوانین، غیر مسلم حکومتوں سے تعلقات اور اہل الذمہ کے حقوق و معاملات پر مفصل روشنی ڈالی ہے[۱۱]۔

ڈاکٹر صاحب نے اس موضوع پر مختلف زبانوں میں کتب و مضامین لکھے۔ ان کی ایک انگریزی کتاب Muslim conduct of state ہے، جس میں قانون بین المما لک کی حقیقت، عام قوانین میں اس کا مقام، اسلام کے اصول و قانون بین المما لک کی غرض، اساس اور اس کے سرچشموں سے بحث کی گئی ہے اور ماقبل اسلام قانون بین المما لک کی تاریخ پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ موضوع کے دوسرے گوشوں مثلاً آزادی، اختیارات، سفارت، جنگ، بغاوت، ڈاکہ زنی، جنگی قیدیوں اور دشمنوں کے

ساتھ سلوک، فوج میں مسلم خواتین وغیرہ موضوعات پر ڈاکٹر صاحب نے نہایت عمدہ بحث و تحقیق پیش کی ہے[۱۲]۔ مولانا ابوالجلال ندوی نے اسے ایک مفید خدمت قرار دیا ہے، وہ لکھتے ہیں:-

''مسلمانوں کے بین الاقوامی آئین پر یہ پہلی کتاب ہے جو اس زمانہ کی ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے لکھی گئی ہے، تنگ و محدود نسلی و جغرافیائی قومیت کی پیدا کردہ عالم گیر کشمکش کی وجہ سے اب دنیا کا رجحان بین الاقوامیت کی طرف بڑھ رہا ہے اور یہ وسعت صرف اسلام ہی میں مل سکتی ہے اس لئے اسلام کے بین الاقوامی قوانین کو پیش کرنا ایک بڑی مفید خدمت ہے[۱۳]۔

اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس کے متعدد ایڈیشن سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔

انگریزی میں دوسری کتاب First Written Constitution in the world ہے۔ اس میں حضور اکرم ﷺ کے میثاقِ مدینہ پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے اسے پہلا تحریری عالمی دستور قرار دیا گیا ہے اور نہایت مدلل انداز میں ثابت کیا گیا ہے کہ مدینہ کو پہلی کثیر قومی و نسلی اور مذہبی وفاقی حکومت ہونے کا شرف حاصل ہے[۱۴]۔ اس سلسلے کی ایک اور انگریزی کتاب The prophet's establishing a state بھی ہے جسے پاکستان ہجرہ کونسل نے شائع کیا ہے۔ ڈاکٹر این-اے بلوچ نے اس کے مقدمہ میں قانون بین الممالک پر ڈاکٹر صاحب کی گہری نظر اور کتاب کی افادیت کا ذکر بڑے والہانہ انداز میں کیا ہے[۱۵]۔

ڈاکٹر محمد حمیداللہ صاحب نے اپنی دیگر تصانیف مثلاً رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، عہد نبوی کے میدانِ جنگ، عہد نبوی میں نظامِ حکمرانی، سیرۃ النبی ﷺ، خطباتِ بہاول پور، اسلامی سیاست خارجہ عہد نبوی اور خلافت راشدہ میں بھی قانون بین الممالک کے مختلف پہلوؤں پر بحث کی ہے جس سے یہ خیال پختہ ہوتا ہے کہ یہی ان کا اصل موضوع تھا۔ اس موضوع کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:-

''ہر خود دار اور روشن خیال قوم کے لئے بین الممالک سماج میں اپنی حیثیت کو جاننے اور اپنے حقوق و واجبات کو پہچاننے نیز بین الممالک سرکاری تعلقات کی آئے دن چھپنے والی خبروں کو سمجھنے کے لئے قانون بین الممالک سے واقفیت ناگزیر ہے''[۱۶]۔

ڈاکٹر محمد حمیداللہ صاحب نے قانون بین الممالک کا دقت نظری سے مطالعہ کیا، اس کے نتیجے میں چند اہم اور بنیادی حقائق سامنے آئے مثلاً:

ڈاکٹر محمد حمیداللہ صاحب مسلمانوں میں قانون بین الممالک کے پہلے ایسے ماہر ہیں جنہوں نے مختلف زبانوں سے واقفیت کے سبب مختلف قدیم و جدید قوموں اور ملکوں کے بین الممالک اصول و تصورات اور قوانین کا مطالعہ کیا اور کتابیں قلم بند کیں۔ ان کا یہ دعویٰ ان کے وسیع مطالعہ و تحقیق ہی کا نتیجہ ہے کہ بعض دوسرے علوم کی طرح ''قانون بین الممالک'' بھی ایک ایسا موضوع ہے جو مسلمانوں کا رہین منت ہے اور مسلمانوں ہی نے سب سے پہلے اس کو وجود بخشا''(۱۷)۔

ڈاکٹر محمد حمیداللہ صاحب کا یہ دعویٰ بے دلیل نہیں بلکہ اس کے لئے انھوں نے بڑے اہم اور مستند دلائل پیش کیے ہیں، مثلاً بعض اہل قلم نے قانون بین الممالک کی تدوین کا سہرا یونانیوں کے سر باندھا ہے، مگر ڈاکٹر محمد حمیداللہ صاحب اسے تسلیم نہیں کرتے، ان کا خیال ہے کہ یونانیوں نے جو قوانین وضع کیے تھے اس کا تعلق غیر یونانیوں سے نہیں تھا، بلکہ وہ تمام کا تمام محض یونانیوں کی مختلف ریاستوں کے لئے تھا، وہ لکھتے ہیں کہ:

> ''یونانی قانون بین الممالک میں ایک خامی یہ تھی کہ وہ صرف ایک محدود تعداد کے انسانوں سے متعلق تھا۔ باقی ساری دنیا کو وحشی قرار دے کر یونانی اس قابل نہیں سمجھتے تھے کہ ان کے ساتھ کسی معینہ قاعدے پر عمل کریں، یہ معینہ قاعدے جو ہم وطن اور ہم نسل لوگوں سے متعلق تھے وہ بھی آج ہمیں وحشت کے حامل نظر آتے ہیں لیکن بہرحال وہ معینہ قاعدے تھے--- لیکن وہ صحیح معنوں میں انٹرنیشنل لاء نہ تھا''(۱۸)

اسی طرح ڈاکٹر صاحب رومیوں کے قانون بین الممالک کو بھی قانون بین الممالک تسلیم نہیں کرتے اور اس کے لئے ان کے پاس مضبوط دلائل ہیں کہ ''فرنگی مصنفوں کے بیان کے مطابق رومی سلطنت اگر جنگ یا امن کے زمانے میں معین قواعد پر عمل کرتی تو ساری دنیا کے ساتھ نہیں بلکہ صرف ان سلطنتوں کے ساتھ جن سے ان کے معاہدے رہے ہوں--- باقی دنیا کے لئے کوئی قاعدہ نہیں تھا صرف صوابدید پر عمل ہوتا تھا۔ اپنے اس موقف کو بھی انھوں نے متعدد حوالوں اور دلیلوں سے ثابت کیا ہے۔

یونانی اور رومی قانون بین الممالک کے ساتھ ڈاکٹر حمیداللہ صاحب یورپ کے جدید قانون بین الممالک (Modern International Law) کو بھی قانون بین الممالک تسلیم کرنے کو تیار نہ تھے۔ اس سلسلے میں انھوں نے یہ دلیل پیش کی ہے کہ ''۱۸۵۶ء تک جن قوانین پر عمل کیا جاتا تھا وہ صرف عیسائی سلطنتوں کے لئے تھا''(۲۰)۔ اقوامِ متحدہ کے ذریعہ جو قانون بین الممالک وجود میں آیا ڈاکٹر

صاحب کے نزدیک وہ بھی قابل قبول نہیں، کیوں کہ وہ تمام ممالک کے لئے یکساں نہیں بلکہ اس کا ممبر منتخب ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ کم از کم دو ایسی سلطنتیں جو مجلس اقوام متحدہ کی پہلے سے ممبر ہوں، اس کے متمدن ہونے کی سفارش کریں[۲۱]۔

ڈاکٹر حمیداللہ کے ان خیالات، مباحث اور دلائل سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ علم قانون بین الممالک کے آغاز و ارتقاء اور اس کی تاریخ کے ساتھ اس کے حسن و قبح پر ان کی نظر کتنی گہری تھی اور وہ مغربی دانشوروں کے علم کے ساتھ اسلام سے ان کے عناد و تعصب سے کس درجہ واقف تھے۔ چنانچہ وہ اسی مطالعہ و مشاہدہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ یورپ نے جن قوانین کو پیش کیا ہے وہ ہر دو ممالک کے درمیان صلح و آشتی اور امن کے لئے ناکافی ہے اور اصل قانون بین الممالک وہ ہے جو اسلام نے پیش کیا ہے۔

اسلام کے بین الممالک قوانین ہر مذہب و ملت اور قوم و ملک سب کے لئے یکساں ہیں اور ان میں کسی طرح کا فرق و امتیاز نہیں کیا گیا ہے[۲۲]۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے اس نقطہ نظر کو متعدد دلائل و براہین سے ثابت کیا ہے اور یہ بھی واضح کیا ہے کہ اس سے مسلمانوں کو ابتداء ہی سے بڑی دلچسپی رہی، ان کا یہ بھی خیال ہے کہ مسلمانوں نے سیر کے نام سے جو مستقل کتابیں لکھیں یا فقہ اسلامی میں کتاب السیر کا جو باب باندھا اس میں اصلاً قانون بین الممالک کے بنیادی اصول ہیں۔ اس موضوع پر مسلمانوں نے جو علمی کاوشیں کیں ڈاکٹر صاحب نے اجمالاً ان کا ذکر بھی کیا ہے[۲۳]۔

ڈاکٹر صاحب کی ان تحریروں کی بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ یورپ کے قدیم و جدید بین الممالک قوانین سے اسلام کے قوانین بین الممالک کا بعض مقامات پر موازنہ و مقابلہ کرتے ہیں اور پھر یہ واضح کرتے ہیں کہ ہر لحاظ سے اسلامی قوانین بہتر ہیں[۲۴]۔

اس سلسلے میں ان کا طرزِ اسلوب یہ ہے کہ وہ قانون بین الممالک کی تشریح میں یورپ و امریکہ کے ساتھ تاریخ اسلام اور فقہ اسلامی سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ ان کی یہ کوشش شاید شعوری اور دانستہ ہے۔ کیوں کہ وہ خوب واقف ہیں کہ مغربی اہل قلم عام طور سے تاریخ اسلام کو اس طرح نظرانداز کرتے ہیں کہ اسلام کی کسی خوبی پر ان کی نظر نہیں پڑتی۔ ڈاکٹر حمیداللہ صاحب چونکہ مستشرقین کے مطمحِ نظر اور طریقہ تحریر سے بخوبی واقف تھے اس لئے وہ انہی کے اسلوب میں حقیقت کا برملا اظہار کرتے ہیں۔ دلائل و براہین کے ساتھ وہ اصل ماخذ کا حوالہ دے کر یورپ کے پیمانہ تحقیق کو ہی

مدنظر رکھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریریں بے حد متاثر اور متوجہ کرتی ہیں۔

حواشی

۱۔ ڈاکٹر محمد حمیداللہ-قانون بین الممالک کے اصول اور نظیریں، ص ۲۳۸، طبع دوم، حیدر آباد، ۱۳۶۴ھ
۲۔ ایضاً
۳۔ ایضاً، ص ۱۷، ۱۸
۴۔ مولانا سید سلیمان ندوی، باب التقریظ والانتقاد ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، ستمبر ۱۹۳۷ء
۵۔ خورشید احمد، ادبیات مودودی، ص ۳۹۲، دہلی ۱۹۹۰ء
۶۔ جدید قانون بین الممالک کا آغاز، ارنسٹ نیس، مترجم ڈاکٹر محمد حمیداللہ۔ ''کچھ اس ترجمہ کے بارے میں'' ص، ط، جامعہ عثمانیہ حیدر آباد-دکن، ۱۹۴۵ء
۷۔ ایضاً
۸۔ ڈاکٹر محمد حمیداللہ، خطبات بہاول پور، ص ۱۳۹، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، طبع ششم ۱۹۹۹ء
۹۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ منشور اقوام متحدہ۔ مترجمہ: ڈاکٹر محمد حمیداللہ، نظامِ دکن پریس حیدر آباد، دکن
۱۰۔ ڈاکٹر محمد حمیداللہ، الوثائق السیاسیة للعهد النبوی والخلافة الراشدة، مطبوعه لجنة التالیف والترجمه والنشر، قاہرہ ۱۹۴ء
۱۱۔ احکام اہل الذمہ جلد اول، دارالعلم، بیروت
۱۲۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ Muslim Conduct of State، شیخ محمد اشرف، لاہور۔
۱۳۔ مولانا ابوالجلال ندوی۔ مطبوعات جدید، ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، ص ۳۱۷، اپریل ۱۹۴۸ء
۱۴۔ First written constitution in the world، لاہور، طبع سوم ۱۹۶۸ء
۱۵۔ مقدمہ The prophet's establishing a state، پاکستان ہجرہ کونسل، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء
۱۶۔ قانون بین الممالک کے اصول اور نظیریں، ص ۱۸
۱۷۔ خطباتِ بہاول پور، ص ۱۲۶
۱۸۔ ایضاً، ص ۱۲۹
۱۹۔ ایضاً
۲۰۔ ایضاً، ص ۱۳۰
۲۱۔ ایضاً، ص ۱۳۱
۲۲۔ ایضاً
۲۳۔ ایضاً، ص ۱۳۱، ۱۴۴
۲۴۔ ایضاً